بینک کے سود پر اشکالات: فقہی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Objections to Bank Interest: An Analytical Study of Jurisprudential Opinions

Farhan ul Haq
MS Shariah Scholar, Allama Iqbal Open University Islamabad
Farhansatti898@gmail.com

Abstract

Human beings are basically opportunists, so on the basis of this nature, they take any path in which the difficulties are minimal and the benefits are maximum without effort.In view of this human started looking for the easiest ways to earn, one of these methods is the most popular and famous nowadays is to earn profit on the loan, in such a way that after giving the loan, the profit is sent to the borrower without taking any risk. On the other hand, the debtor is forced to pay the profit regardless of whether there is a profit or a loss, and if the debtor becomes bankrupt, the creditor seizes the debtor's property. That is why we see that Sharia has declared Riba as Haram, but in the contemporary era, some ideas were presented, the result of which was the Shariah justification of prevalent Riba.In this paper , I have tried to review these jurisprudential theories and have tried to clarify the Shariah status of these views.

Key words: Benefits, Riba, Shariah, Jurisprudential.

تعارف

1-ربا کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

ربا کے لغوی معنی نمو، زیادتی اور بڑھوتری ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے، یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات۔

ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔[1] پھر زیادتی تو کبھی نفس شئ میں ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اھتزت وربت اور کبھی کسی دوسری چیز کے مقابلے میں زیادتی ہو گی مثل دو کلو کھجور کے عوض ایک ایک کلو کھجور کی بیع، کہ اس میں ایک جانب نسبتاً زیادتی ہے۔

اردو میں اس کے لیے لفظ سود استعمال ہوتا ہے جو کہ فارسی الاصل ہے اور اس کا معنی نفع، فائدہ اور بیاج کے آتے ہیں، چنانچہ اسی سے لفظ سود مند مستعمل ہوتا ہے، لیکن لفظ سود ربا کی تمام تر اقسام و اسالیب کو شامل نہیں ہے اس لیے کہ ربا میں تعمیم پائی جاتی ہے جبکہ سود خاص ہے اور اس کا اطلاق ربا کی ایک قسم پر ہوتا ہے جو کہ جاہلیت میں بھی رائج تھی اور عموماً اس کو ربا الجاہلیہ اور ربا القرآن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ربا کی اصطلاحی تعریف:

ربا کی متعدد تعریفات بیان کی گئی ہیں، چنانچہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ربا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كل زيادة لم يقابلها عوض[2]

کہ ہر وہ زیادتی جو بنا عوض کے ہو ربا کہلاتی ہے۔

ابن العربی کی تعریف ربا کی دونوں اقسام کو شامل ہے، اس لیے کہ ربا النسیہ میں قرض پر جو سود یا intrest لیا جاتا ہے یہ زیادتی بنا عوض کے ہے، اسی طرح ربا الفضل میں بھی ایک جانب شئ بغیر عوض کے زائد ہوتی ہے۔ لیکن یہ تعریف مانع نہیں ہے اس لیے کہ اس کے عموم میں قرض حسنہ پر وہ مقدار جو احسن قضا کے طور پر ادا کی گئی ہو وہ بھی شامل ہو جاتی ہے۔

جبکہ امام جصاص رحمہ اللہ ربا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو القرض المشروط فيه الاجل وزيادة مال على المستقرض[3]

وہ قرض ہے جس میں کسی میعاد کے لیے اس شرط پر قرض دیا جائے کہ قرض دار اس کو اصل مال سے زائد کچھ رقم دے گا۔

یہ تعریف ربا النسیہ کی تمام اقسام کو جامع ہے، چنانچہ مفتی تقی عثمانی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وان ھذا التعریف یشمل سائر انواع ربا النسیئۃ وکان ھذا الربا محرما فی سائر الأدیان السماویۃ[4]،

علامہ بابرتی رحمہ اللہ نے ربا کی تعریف یوں کی ہے:

هُوَ الْفَضْلُ الْخَالِي عَنْ الْعِوَضِ الْمَشْرُوطِ فِي الْبَيْعِ [5]

وہ زیادتی ہے جو بغیر عوض کے ہو اور عقد معاضہ میں مشروط ہو۔

یہ تعریف سابقہ ذکر کردہ تعریفات سے اس لیے ممتاز ہے کہ یہ ربا کی دونوں قسموں کو شامل ہے اور ابن العربی رحمہ اللہ کی تعریف پر وارد ہونے والے اعتراض سے احتراز ہو جاتا ہے۔

2-ربا کی اقسام:

ربا کی دو قسمیں ہیں:

ا_ربا النسیئۃ 2_ربا الفضل

ا_ربا النسیئۃ

ربا النسیئۃ ہر وہ زیادتی ہے جو مدت کے مقابلے میں وصول کی جائے، مثلا اگر ایک ہزار روپیہ اس شرط پر قرض دے کہ ایک ماہ بعد ایک ہزار ایک سو روپیہ واپس ادا کرے گا۔

ربا النسيئة هو الذي كانوا يفعلونه في الجاهلية، فكان الدائن يؤخر ادين عن المدين ويزيده عليه، وكلما أخر زاد الدين حتى تصير المائة آلافا مؤلفة[6]

ربا النسیئۃ کو ربا القرآن، ربا الجاھلی اور ربا القرض بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ قرآن کریم میں اس کی ممانعت بیان کی گئی ہے اور اس پر شدید ترین سزا کا کہا گیا ہے، ربا الجاھلی اس لیے کہ یہ ایام جاہلیت میں رائج تھا اور ربا القرض اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زیادتی قرض کی رقم پر وصول کی جاتی ہے۔

2_ربا الفضل

وہ مشروط زیادتی جو عقد معاوضہ میں کیلی یا وزنی اشیا میں متعاقدین میں سے کسی ایک پر عائد کی جائے۔

اگر جنس ایک ہو تو ادھار اور عدم تساوی دونوں حرام ہیں اور جنس کی عدم مماثلت کی صورت میں کمی

بیشی تو جائز ہے، لیکن ادھار پھر بھی ناجائز ہو گا۔

چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

زِيَادَةُ عَيْنِ مَالٍ شُرِطَتْ فِي عَقْدِ الْبَيْعِ عَلَى الْمِعْيَارِ الشَّرْعِيِّ، وَهُوَ الْكَيْلُ، أَوْ الْوَزْنُ فِي الْجِنْسِ[7]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ربا الفضل کی تعریف یوں کرتے ہیں:

وقد عرف فقهاء الحنفية ربا الفضل الذي هو بيع: بأنه زيادة عين مال في عقد بيع على المعيار الشرعي (وهو الكيل أو الوزن)عند اتحاد الجنس[8]

ربا الفضل کو ربا الحدیث بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس کے ربا ہونے کی تفصیل بذریعہ حدیث نبوی بیان کی گئی ہے۔

ربا کا حکم:

پہلی رائے:

جمہور علما امت کے ہاں ربا کی دونوں قسمیں باطل اور حرام ہیں۔

والنوع الأول هو المحرم بنص القرآن وهو ربا الجاهلية، وأما الثاني فقد ثبت تحريمه في السنة بالقياس عليه لاشتماله على زيادة بغير عوض، وأضافت السنة تحريم نوع ثالث وهو بيع النَّساء إذا اختلفت الأصناف، فاعتبرته ربا؛ لأن النَّساء في أحد العوضين يقتضي الزيادة. ويساويه في المعنى القرض الذي يجر نفعاً؛ لأنه مبادلة الشيء نفسه ـوحكم عقد الربا سواء ربا الفضل وربا النسيئة: حرام باطل عند الجمهور، فلا يترتب عليه أي أثر، فاسد عند الحنفيه.[9]

اور امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وَالرِّبَا عَلَى ضَرْبَيْنِ: رِبَا الْفَضْلِ، وَرِبَا النَّسِيئَةِ. وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى تَحْرِيمِهِمَا[10]

دوسری رائے:

حضرت عبد اللہ بن عباس، زید بن ارقم، اسامہ بن زید اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنھم اجمعین کی

ایک رائے یہ نقل کی گئی ہے کہ وہ محض ربا النسیئہ کے قائل تھے اور ربا الفضل کو جائز اور حلال جانتے تھے، ان میں سب سے مشہور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

فَحُكِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَابْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُمْ قَالُوا: إنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ. لِقَوْلِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «لَا رِبَا إلَّا فِي النَّسِيئَةِ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَالْمَشْهُورُ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ، ثُمَّ إنَّهُ رَجَعَ إلَى قَوْلِ الْجَمَاعَةِ[11]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دلیل:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ[12]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ دینار کو دینار کے عوض اور درہم کو درہم کے عوض (برابر، برابر) فروخت کرنا جائز ہے۔ راوی حدیث نے ان سے عرض کیا کہ حضرت ابن عباسؓ تو اس کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ آپ نے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے سنا ہے یا کتاب اللہ میں دیکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا کہ میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں کہتا کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے حضرت اسامہؓ نے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ متعدد کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے۔

ادلۃ الجمہور

جمہور علما اسلام قرآن، سنت اور اجماع سے ربا الفضل کی حرمت پر استدلال کرتے ہیں:

قرآن کریم سے دلیل احل اللہ البیع وحرم الربا سے استدلال کرتے ہیں:
یہ کہ الربا میں الف لام جنسی ہے لھذا ربا کی تمام تر انواع کو حرمت کا حکم شامل ہو گا اور کوئی بھی قسم اس سے مستثنیٰ نہیں ہو گی۔
لیکن ظاہر ہے کہ یہ استدلال کمزور ہے اس لیے کہ اس میں ربا الفضل کی تصریح نہیں ہے، اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ کے تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ سابقہ حکم کی تائید اور شناعت کو مزید واضح کیا گیا ہے اور وہ حکم محض ربا النسیئۃ کے متعلق ہے۔
سنت سے استدلال میں متعدد احادیث نبویہ پیش کرتے ہیں:

1_ اخبرنا قتيبة , عن مالك , عن نافع , عن ابي سعيد الخدري , ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا مثلا بمثل , ولا تشفوا بعضها على بعض , ولا تبيعوا الورق بالورق إلا مثلا بمثل , ولا تبيعوا منها شيئا غائبا بناجز[13] .
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، اور ان میں سے ایک کا دوسرے پر اضافہ نہ کرو، اور چاندی کے بدلے چاندی مت بیچو مگر برابر برابر اور ان میں سے کسی کو نقد کے بدلے ادھار نہ بیچو“۔
استدلال اس طور پر ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں سونا اور چاندی کو کمی بیشی اور ادھار بیچنے سے منع فرمایا ہے، لیکن اس میں منع کی علت مذکور نہیں ہے البتہ ابو سعید خدری ہی کی ایک اور روایت ہے:
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى الآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ[14]،
اس روایت میں برابری اور نقد سودے کا کہا گیا ہے اور زیادتی پر ربا کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا صرف نسیئۃ میں منحصر نہیں ہے۔

2_حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ ، عَنْ يَحْيَى ، قَالَ : سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الغَافِرِ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : جَاءَ بِلاَلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ أَيْنَ هَذَا ؟ ، قَالَ بِلاَلٌ : كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ : أَوَّهْ أَوَّهْ ، عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا ، لاَ تَفْعَلْ ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ، ثُمَّ اشْتَرِهِ[15]

ترجمہ: ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہ میں نے عقبہ بن عبد الغافر سے سنا اور انہوں نے ابوسعید خدریؓ سے، انہوں نے بیان کیا کہ بلالؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجور (کھجور کی ایک عمدہ قسم) لے کر آئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس خراب کھجور تھی، اس کی دو صاع اس کی ایک صاع کے بدلے میں دے کر ہم اسے لائے ہیں۔ تاکہ ہم یہ آپ کو کھلائیں آپ نے فرمایا توبہ توبہ یہ تو سود ہے بالکل سود۔ ایسا نہ کیا کر البتہ (اچھی کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو (خراب) کھجور بیچ کر (اس کی قیمت سے) عمدہ خرید کر۔

اس حدیث کی دلالت واضح ہے کی جنس کے ساتھ تبادلہ میں تفاضل اور عدم مساوات کو صریح الفاظ میں ربا قرار دیا ہے۔

3_ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ ، وَإِسْحَاق بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ إِسْحَاق: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ ـ[16]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے اور چاندی کو بدلے میں چاندی کے اور گیہوں کو بدلے میں گیہوں کے اور جو کو بدلے میں جو کے اور کھجور کو بدلے میں کھجور کے اور نمک کو بدلے میں نمک کے برابر برابر، ٹھیک ٹھیک، نقدا نقد پھر جب قسم بدل جائے (مثلاً گیہوں جو کے بدلے) تو جس طرح چاہے بیچو (کم و بیش) پر نقد ہونا ضروری ہے۔

اس میں بھی مساوات اور نقد سودے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ کا اختیار صرف اس صورت میں دیا گیا ہے جبکہ جنس ایک نہ ہو لیکن اس صورت میں بھی نقد کی شرط عائد کی گئی ہے۔

اجماع سے دلیل:

جمہور علمار ربا الفضل پر اجماع امت سے استدلال کرتے ہیں: چنانچہ مشاہیر نے اس کی حرمت پر اجماع امت نقل کیا ہے،

وَهُوَ مُحَرَّمٌ بِالْكِتَابِ، وَالسُّنَّةِ، وَالْإِجْمَاعِ......الی ان قال ....وَأَجْمَعَتْ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ الرِّبَا مُحَرَّمٌ.[17]

لیکن یہاں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح نہیں ہے۔

ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأجمعوا على أن الستَّة الأصناف، متفاضلا يدا بيد ونسيئة لا يجوز أحدهما، وهو حرام[18]

ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد جاءَ فِي هذا الباب شيءٌ مردودٌ بالسُّنَّةِ عن ابنِ عباسٍ، ومعاويةَ، وقد مضَى ردُّه وبيانُ فسادِهِ في بابِ حُميدِ بنِ قيسٍ، وبابِ زيدِ بنِ أسلمَ، من هذا الكتاب، والحمدُ للهِ. فاستقرَّ الأمرُ عندَ العلماءِ على أنَّ الرِّبا في الازديادِ في الذّهبِ بالذّهبِ وفي الورِقِ بالورِقِ، كما هو في النَّسيئةِ سواءً، في بيعِ أحدِهما بالآخرِ، وفي بيعِ بعضِ كلِّ واحدٍ منهما ببعضٍ؛ وهذا أمرٌ مجتمعٌ عليه، لا خلافَ بينَ العلماءِ فيه، مع تواترِ الآثارِ عن النبيِّ - صلى الله

علیہ وسلم -بذلک[19].

ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ التَّفَاضُلَ وَالنَّسَاءَ مِمَّا لَا يَجُوزُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا فِي الصِّنْفِ الْوَاحِدِ مِنَ الْأَصْنَافِ الَّتِي نُصَّ عَلَيْهَا فِي حَدِيثِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، إِلَّا مَا حُكِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ[20]

حمود بن عبد اللہ التویجری امام نووی سے نقل کرتے ہیں:

و قال النووي في (شرح مسلم): " أجمع المسلمون على تحريم الربا في الجملة وإن اختلفوا في ضابطه وتفاريعه "، و قال أيضا: " أجمعوا على أنه لا يجوز بيع الربوي بجنسه وأحدهما مؤجل، وعلى أنه لا يجوز التفاضل إذا بيع بجنسه حالا كالذهب بالذهب، وعلى أنه لا يجوز التفرق قبل التقابض إذا باعه بجنسه أو بغير جنسه مما يشاركه في العلة كالذهب بالفضة والحنطة بالشعير، وعلى أنه يجوز التفاضل عند اختلاف الجنس إذا كان يدًا بيد كصاع حنطة بصاعي شعير، ولا خلاف بين العلماء في شيء من هذا إلا ما سنذكره - إن شاء الله تعالى - عن ابن عباس في تخصيص الربا بالنسيئة ".

و قال النووي أيضا: " أجمع العلماء على تحريم بيع الذهب بالذهب أو الفضة مؤجلاً وكذلك الحنطة بالحنطة أو بالشعير، وكذلك كل شيئين اشتركا في علة الربا "

و نقل النووي أيضا إجماع المسلمين على ترك العمل بظاهر حديث أسامة الذي جاء فيه أنه لا ربا إلا في النسيئة. قال: "وهذا يدل على نسخه". انتهى المقصود من كلام النووي.[21]

ابن حزم رحمہ اللہ دعوی اجماع پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَأَعْجَبُ شَيْءٍ مُجَاهَرَةُ مَنْ لَا دِينَ لَهُ بِدَعْوَى الْإِجْمَاعِ عَلَى وُقُوعِ الرِّبَا فِيمَا عَدَا الْأَصْنَافِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهَا - وَهَذَا كَذِبٌ مَفْضُوحٌ مِنْ قَرِيبٍ، وَاَللَّهِ مَا صَحَّ الْإِجْمَاعُ فِي الْأَصْنَافِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهَا فَكَيْفَ فِي غَيْرِهَا.[22]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث کی متعدد تاویلات بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ اس سے مقصود ربا النسیئۃ کی تغلیظ اور شدت ہے، جیسا کہ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ میں کمال ایمان کی نفی ہے اس حدیث سے مقصود لا ربا کاملاً إلا في النسيئة ہے۔

اَن القصد من قولہ «لا ربا» الربا الاَکمل الاَعظم[23]

۲_ یہ ارشاد دو مختلف الجنس اشیا کے تبادلے سے متعلق ہے۔[24]

۳_ یہ حدیث منسوخ ہے

ثُمّ قَالَ قَوْمٌ إِنّہٗ مَنْسُوخٌ وَتَاَوَّلَہٗ آخَرُونَ علی اَن المُرَادَ لَارِبًا فِي الْاَجْنَاسِ الْمُخْتَلِفَةِ الا فِي النَّسِيئَةِ[25]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اس مذہب کا رجوع مشہور ہے،

وَالْمَشْهُورُ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُ ابْنِ عَبّاسٍ، ثُمّ إِنّهُ رَجَعَ إِلَى قَوْلِ الْجَمَاعَةِ، رَوَى ذَلِكَ الْاَثْرَمُ بِإِسْنَادِهِ، وَقَالَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ الْمُنْذِرِ، وَغَيْرُهُمْ[26]

فَقَالَ اَبُو بَصْرَةَ فَلَقِيتُ بَعْدَ ذَلِكَ ابْنَ عُمَرَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - فَقَالَ: لَا خَيْرَ فِيهِ، وَاَمَرْتُ اَبَا الصَّهْبَاءِ فَسَاَلَ ابْنَ عَبّاسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - عَنْ الصَّرْفِ فَقَالَ: لَا خَيْرَ فِيهِ، وَفِي هَذَا دَلِيلُ رُجُوعِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبّاسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - عَنْ فَتْوَاهُمَا بِجَوَازِ التَّفَاضُلِ، وَقَدْ رُوِيَ اَنّ عَلِيًّا - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - لَمّا سَمِعَ هَذِهِ الْفَتْوَى عَنْ ابْنِ عَبّاسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - فَقَالَ: إِنّكَ رَجُلٌ تَائِهٌ، وَعَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي بِضْعَةَ عَشَرَ نَفَرًا مِنْ اَصْحَابِ ابْنِ عَبّاسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - الْحَبْرَ فَالْحَبْرُ اَنّهُ رَجَعَ عَنْ فَتْوَاهُ فَقَالَ: الْفَضْلُ حَرَامٌ، وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - مَا خَرَجَ ابْنُ عَبّاسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - مِنْ الدُّنْيَا حَتّٰى رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ فِي الصَّرْفِ وَالْمُتْعَةِ فَعُلِمَ اَنّ حُرْمَةَ التَّفَاضُلِ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ، وَاَنّ قَضَاءَ الْقَاضِي بِخِلَافِهِ بَاطِلٌ[27]

لیکن عدم رجوع بھی منقول ہے، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ سَعِيدٌ بِإِسْنَادِهِ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، قَالَ: صَحِبْت ابْنَ عَبّاسٍ حَتّٰى مَاتَ، فَوَاللّٰهِ مَا رَجَعَ عَنْ الصَّرْفِ. وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَاَلْت ابْنَ عَبّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهِ بِعِشْرِينَ لَيْلَةً عَنْ الصَّرْفِ؟ فَلَمْ يَرَ بِهِ بَاْسًا، وَكَانَ يَاْمُرُ بِهِ[28]

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل اور ان کا تجزیہ

ہمارے زمانے میں بینک کا سود ناگزیر ہو گیا ہے اور یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اس کے بغیر ہماری معیشت کا پہیہ

جام ہو کر رہ جائے گا، یہاں تک کہ سابق صدر پاکستان نے علما سے گذارش کی کہ علمائے کرام سود کو جائز قرار دینے کے لئے کوئی درمیانی راستہ نکالیں۔[29]

چنانچہ ہمیں فقہ اسلامی میں متعدد آرا ایسی ملتی ہیں کہ جن میں یا تو بینک کے سود کو صراحتا جائز کہا گیا ہے یا پھر ایسی رائے اختیار کی گئی ہے جو اس کے جواز کو مستلزم ہے۔

چنانچہ ہم ذیل میں ان آرا کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں:

ڈاکٹر فضل الرحمن کی رائے[30]

ڈاکٹر فضل الرحمن اپنے رسالہ الربا والربح میں ربا اور اس کے متعلقات پر طویل گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(الف) قول القرآن صراحۃ: لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ

(ب) والترتیب التاریخی لنزول آیات تحریم الربوا

(ج) والروایات التاریخیۃ الخاصۃ بطبیعہ الربوا التی یتصل سندھا بذوی الشھرۃ من التابعین من مفسری القرآن۔

(د) والاحادیث التی تصف القرائن والملابسات التاریخیۃ التی

انزل فیھا قولہ تعالی: "وذروا مابقی من الربوا" کل ھذہ الشواھد تعین علی تألیف التعریف الاتی للربوا: "الربوا ھو تلک الزیادۃ الفاحشۃ التی بوساطتھا یتضاعف راس مال القرض اضعافا مضاعفۃ مقابل تطویل اجل معین لاداء الدین.[31]

یعنی قرآن لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ کا واضح حکم اور آیات ربا کے نزول کا تاریخی پس منظر،، سود کی نوعیت سے متعلق تاریخی روایات جن کی سند قرآن کے معروف مفسرین سے متصل ہے اور وہ احادیث جو وذروا مابقی من الربوا کے نزول کے ثبوت اور تاریخی حالات کو بیان کرتی ہیں یہ سب جس ربا محرم کی تعیین کرتی ہیں اس میں مندرجہ ذیل صفات کا ہونا لازم ہے:

ا۔ زیادتی کثیر اور فاحش ہو۔

۲۔ قرض کے مال کو کئی گنا بڑھا دے۔

۳۔ اور زیادتی ادائیگی قرض کی مدت میں اضافہ کے باعث لازم ہوتی ہو۔

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح ربا شرعی کا اطلاق محض اسی صورت پر درست ہے جس کو ابن القیم رحمہ اللہ نے ربا الجلی کہا ہے اور جس کو ربا الخفی کہا ہے اس پر ربا کا اطلاق مجازا ہے اس لیے کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا یطلق الربا علی کل بیع محرم لھذا اس کو ربا کہنا محل نظر ہے البتہ حکم شرعی عائد کرتے ہوئے علامہ رشید رضا کا ایک قاعدہ التفرقۃ بین ما ثبت بنص القرآن من الأحکام وما ثبت بروایۃ الآحاد و أقیسۃ الفقھاء ضروریۃ کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ تجویز پیش کرتے ہیں کی ربا کی حرمت کی بجائے ہمیں جاگیر داری، زمین کی ملکیت اور اجارہ داری کے خاتمہ کی طرف توجہ مرکوز کرنا چاہیے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر قرضوں کو ربح سے خالی کر دیا جائے تو ہمیں محدود رسد اور لا محدود طلب کا سامنا کرنا پڑے گا، اور قرضوں کو مربوط کرنے اور انہیں قابل رسائی بنانے کے عمل کو کنٹرول کرنا قطعاً ناممکن ہو جائے گا خصوصا ہم ایسے معاشرے میں جہاں رشوت خوری اور اعزا و اقربا پروری عام ہو ان حالات میں پیسے کی صحیح تقسیم اور اس کی مناسب تقسیم کے لیے صرف ایک پیمانہ رہ جاتا ہے جو کہ قرض کے منافع کی قیمت کا تعین کرنا ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمان اگرچہ قرضہ پر نفع کو صفر کرنے کے حق میں ہیں جبکہ دوسری جانب معاشرہ کی اسلامی تعمیر نو سے قبل بینکوں کے منافع کا خاتمہ معیشت، معاشرے کی خوشحالی اور ملک کے مالیاتی نظام کے لیے ایک خودکشی کے مترادف قرار دیتے ہیں[32]۔

تجزیہ:

اگر پہلی دو شقوں کو دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ زیادتی جو قلیل ہو اور اضعافا مضاعفہ نہ ہو جائز اور درست ہو گی اور چونکہ بینک کی طرف سے قرض پر جو منافع وصول کیا جاتا ہے وہ چونکہ قلیل ہوتا ہے اس لیے درست ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیات ربا کو مجتمعا پڑھنا چاہیے اس لیے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا، چنانچہ اللہ

تعالی کا ارشاد ہے وذروا مابقی من الربا اور وان تبتم فلکم رووس اموالکم یعنی تمام تر سود خواہ کم ہو یا زیادہ ترک کر دو اور اب دائن کے لیے محض راس المال ہے۔ اور سورۃ آل عمران کی آیت میں اضعافا مضاعفہ کی قید قلیل سود سے احتراز کی بجائے صرف شناعت کے لیے بیان کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معلم قرآن کسی آیت کی توضیح کی ہے وہ مقبول ہو گی، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اعلان فرمایا

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْهَا دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ قَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ[33]

ترجمہ:۔ سنو! تمام سود کی رقوم جو دور جاہلیت میں واجب الادا تھیں، وہ سب پوری کی پوری ختم کر دی گئیں، تم صرف اپنے اصل سرمایہ کے حق دار رہو گے کہ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے، اور سب سے پہلا سود جس کے صحح کا اعلان کیا جاتا ہے وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، جو کہ مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل سرمایہ سے زائد ہر قسم کی رقم کو مکمل طور سے ختم فرمادیا، اور اس بات کی صراحت کر کے کسی قسم کا شبہ یا ابہام باقی نہ رہنے دیا کہ قرض دینے والے صرف اپنے راس المال کے حق دار ہوں گے، اس کے علاوہ وہ ایک سکے کے بھی حق دار نہ ہوں گے۔[34]

ماحصل تیسری شق کا یہ ہے کہ اگر ربا وہ ہے جس میں مدت کے اختتام پر قرض خواہ کی جانب سے مدت بڑھانے کی وجہ سے اضافی رقم کا مطالبہ کیا جائے، اگر کوئی اضافی رقم عقد قرض کی ابتداء میں طے کر لی جائے تو وہ ربا نہ ہو گا۔ فاضل دکتور نے اس کی بنا زمانہ جاہلیت کے رواج پر رکھی ہے۔

کانوا في الجاهلية يكون للرجل الدين، فيقول: لك كذا وكذا وتوخر عني.

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ در حقیقت دو قسم کے معاملات مروج تھے

ا۔ادھار پر خرید و فروخت کے معاملات ۲۔ قرض کے معاملات

عموما پہلی قسم کے معاملات میں ابتدا معاہدہ میں ہی اضافی رقم طے نہیں کی جاتی تھی بلکہ جب ادائیگی کا وقت آتا اور مدیون کے پاس ادائیگی کی رقم نہ ہوتی تو وہ ثمن میں اضافہ کر لیتے تھے اسی لیے وہ سود کو بیع کا مثل قرار دیتے تھے اور کہتے تھے:

قالو اسواء علینا ان زدنا في أوّل البیع أو عند محل المال، فهما سواء، فذلک قوله: قَالُوا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الربوا[35]

ترجمہ:۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بات برابر ہے کہ خواہ ہم قیمت میں ابتدائے عقد میں اضافہ کر دیں یا ہم مدت کے اختتام پر اسے بڑھائیں دونوں صورتیں یکساں ہیں، یہی اعتراض ہے جسے قرآن کریم کی آیت میں یہ کہہ کر ذکر کیا گیا ہے: کفار کہتے ہیں کہ خرید و فروخت تو بالکل ربا کی مانند ہے۔

جہاں تک قرض کے معاملات کی بات ہے تو وہ دو طرح کے تھے

ا۔ مخصوص مدت کے لیے سرمایہ متعین اضافہ کی شرط کے ساتھ قرض دینا

والربا الذی کانت العرب تعرفه وتفعله انما کان قرض الدراهم والدنانیر الی أجل بزیادة علی م-ق-دار م-اا استقرض علی مایتراضون به[36] .

ترجمہ: اور وہ ربا جو اہل عرب کے درمیان معروف اور تھا، اس کی صورت یہ تھی کہ وہ درہم (یا دینار کی شکل میں مخصوص مدت کے لئے اپنے اصل سرمایہ پر متعین اضافے کی شرط کے ساتھ قرض دیا کرتے تھے۔

۲۔ مخصوص مدت کے لیے سرمایہ اس شرط پر قرض دینا کہ مقروض ہر ماہ ایک مخصوص رقم ادا کرے گا اور مدت کے اختتام پر قرض کی رقم کی واپس کرے گا۔

واما ربا النسیئة فهو الأمر الذي کان مشهورًا متعارفًا في الجاهلیة وذلک أنهم کانوا ایدفعون المال علی أن

يأخذ وا كل شهر قدرًا معينا، ويكون رأس المال باقيًا ثم اذا حل الدين طالبوا المديون بر أس المال، فان تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل، فهذا هو الربا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به.[37]

ترجمہ:-جہاں تک ربا النسیئۃ کا تعلق ہے، تو یہ دور جاہلیت کا ایک مشہور و معروف عقد تھا، اور وہ یہ کہ لوگ اس شرط کے ساتھ روپے دیا کرتے تھے کہ وہ ایک متعین رقم ماہانہ وصول کیا کریں گے، اور اصل سرمایہ ویسا ہی واجب الادا رہے گا، پھر مدت کے اختتام پر وہ مقروض سے اصل سرمایہ کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے، اب اگر وہ ادا نہ کر سکا تو وہ مدت اور واجب الادار قم بڑھا دیتے تھے، یہ تھا وہ ربا جو جاہلیت کے زمانے میں رائج رہا ہے۔

الغرض یہ کہ ربا کی صرف ہی صورت مروج نہ تھی بلکہ یہ تمام صورتیں ربا الجاہلیہ کا فرد ہونے کے ناطے حرام ہیں۔[38]

علامہ رشید رضا[39] کی رائے

علامہ رشید رضا کی رائے سے بینک کے سود کا جواز مترشح ہوتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: مايؤخذ من المال لأجل تأخير الدين المستحق في الذمة إلى أجلٍ آخر مهما يكن أص-ل ذل-ك ال-دي-ن م-ن ب-ي-ع أو قرض أو غيرهما، فلا يدخل في مفهومه ما يزاد في أصل الدين عند عقده على م-ا يعطى للمدين ربحًا له، وإنما هو ما يعطى لأجل تأخير الدين المستحق۔۔۔-إلى أن قال -وهذا النوع هو الذي كان يتضاعف بعجز المدين عن القضاء مرة بعد أخرى حتى يصير أضعافاً مضاعفة ويستهلك جميع ما يملكه المدين في كثير من الأحيان.[40]

درحقیقت سید رضا ربا کی تقسیم کرتے ہیں

ا۔ ربا القطعی المحرم بالقرآن ۲۔ ربا المحرم بالحدیث واقیسۃ الفقھا

پہلی قسم کو وہ ربا الجاہلیہ کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور اس کو حرام قطعی خیال کرتے ہیں لیکن دوسری قسم کو ربا المحرم نہیں جانتے بلکہ اس میں نہی بمعنی کراھت لیتے ہیں اور جو روایات صیغ تحریم کے ساتھ

منقول ہیں ان کو روایۃ بالمعنی کے قبیل سے قرار دیتے ہیں۔

ومن المنهيات في الأحاديث ماهو محرم وماهو مكروه أو خلاف الأولى، وم-اه-ولمح-ض الإرشاد لا للتشريع الديني، وإنمايكون التمييز بين هذه الأنواع بالأدلة الخاصة أو القواعد العامة أو التعارض بين النصوص وترجيح الأقوى كالنهي عن أكل لحوم سباع الوحش والطير مع حصر نصوص القرآن لمحرمات الطعام في الميتة والدم المسفوح ولحم الخنزير وما أُهل لغير الله به.

وقد حققنا أن النهي فيه للكراهة وف-اق-اًلمذهب مالك جمعاً بينه وبين نصوص القرآن القطعية الرواية والدلالة بصيغتي الحصر، وبينافيه أن التعبير في بعض الروايات بالتحريم قديكون رواية بالمعنى لفهم الراوي أن المراد من النهي التحريم.

وكذلك يقال في النهي عن بيع النقدين وأصول الأغذية المذكورة في حديث عبادة إلا يداً بيد مثلاً بمثل إذا اتحد، الجنس، والاكتفاء بالتقابض إذا اختلف.[41]

ماحرم سداالذريعة كربا الفضل جاز للمصلحة، وأنت تعلم أنه لا معنى لاشتراط كون بيع النقد أو القوت بجنسه يداًبيد مثلا بمثل لذاته، لأن عاقلا لايفعل ذلك، إذ ليس فيه فائدة، وإنمايقصد الناس بالبيع الزيادة بالقدر أو الوصف، ولا شيء من ذالك بمحرم لذاته، لأنه هو أصل المنافع والمقصد من التجارة، فلم يبق لذلك الشرط معنى الاسد ذريعة التوسل إلى ربا النسيئة الذي كانوا يأكلونه أضعافا[42]

واعلم ان الزيادة الأولى في الدين المؤجل من ربا الفضل، وإن كانت لأجل التأخير، وإنماربا النسيئة المعهود هومايكون بعد حلول الأجل لأجل الانساء أي التأخير، وإذاتكرر ذلك كان الربا المضاعف كما كانوا يفعلون في الجاهلية[43]

تجزیہ:

علامہ رشید رضا کا منہج عجیب تر ہے چنانچہ ابتداءوہ ربا الفضل کو سد اللذریعہ کے طور پر حرام قرار دیتے ہیں، اور اشیاستہ ةربویہ کی ان کی جنس کے عوض تفاضل کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیا لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نقد کی شرط کو پس پشت ڈال دیتے ہیں کہ اس سے عقد بے فائدہ اور عبث ہو گا جبکہ بیع

کا مقصود قدر میں اضافہ ہوتا ہے یا پھر وصف میں اور دونوں میں سے کوئی محرم لذاتہ نہیں ہے اس لیے کہ بیع کا مقصد ہی یہی ہے، مگر سد اللذریعہ کے طور پر تاسہ ربا الجاھلیۃ اضعافا مضاعف میں مبتلانہ ہو منع قرار دیا گیا لھذا قرض موجل میں پہلا اضافہ ربا الفضل ہے اگرچہ وہ ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے ہے۔ الغرض یہ کہ اس سے تو سود کے دروازے مکمل طور پر کھل جاتے ہیں۔[44]

ڈاکٹر معروف الدوالیبی[45] کی رائے

ڈاکٹر معروف الدوالیبی نے 1951 میں پیرس میں اسلامی فقہ کے لیے منعقدہ ایک کانفرنس میں مسئلہ سود پر اپنے خیالات پیش کیے تھے جنہیں ڈاکٹر عبد الرزاق سنہوری نے اپنی کتاب مصادر الحق میں یوں بیان کیاہے۔

إن الربا المحرم إنمایکون في القروض التي یقصد بھا الی الاستھلاک لا الی الإنتاج. ففي ھذہ المنطقة-منطقة الاستھلاک-یستغل المرابون حاجة المعوزین والفقراء، ویرھقونھم بمایفرضون علیھم من ربافاحش. أماالیوم، وقد تطورت النظم الاقتصادیةوانتشرت الشرکات، وأصبحت القروض أکثرھاق-روض انت ـــــــ اج لا قروض استھلاک فإن من الواجب النظر فیمایقتضیہ ھذا التطور في الحضارة من تطور في الأحکام الواجب النظر فیمایقتضیہ ھذا التطور فی الحضارة من تطور في الأحکام-۔

فیجب إذن أن یکون لقروض الإنتاج حکمھا في الفقہ الإسلامي، ویجب أن یتمشی ھذا الحکم مع طبیعة ھذہ القروض، وھي طبیعة تغایر مغایرة قاةطبیعة قروض الاستھلاک. ولا تعدو الحال أحد أمرین: أما أن تقوم الدولة بالأفراض للمنتجین، وأما أن تباح قروض الإنتاج بقیود وفائدة معقولة. والحل الثاني ھو الحل الصحیح[46]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سود ان قرضوں میں ہے جو استعمال کے لیے ہوں نہ کہ پیداوار کے لیے، جبکہ آج کے زمانے میں اکثر قرضے پیداوار کے لیے لیے جاتے ہیں اور ان میں عموما کمزور اور ضعیف لوگوں کی بچت اور جمع پونجی سے جاگیر دار اور کمپنیاں فائدہ اٹھاتی ہیں لھذا عامۃ الناس کی مصلحت کے پیش نظر اس

پر نفع ربا نہیں کہلانا چاہیے۔

تجزیہ:

اس میں جواز سود کے لیے دو بنیادیں قائم کی گئی ہیں:

ا۔ قرضہ کا پیداواری ہونا

۲۔ ضرورت و مصلحۃ الناس

اول میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ پیداواری قرض اور صرفی قرض میں عملا فرق کرنا انتہائی دشوار گذار عمل ہے، اسی مشکل کے پیش نظر ڈاکٹر سنہوری کہتے ہیں: أما أن تباح الفائدة المعقولة في جميع القروض، وإما أن تحرم في جميعها۔[47]

دوسری بنیاد ضرورۃ بیان کی گئی ہے اور قاعدہ ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات، لھذا یہاں بھی سود جائز ہو سکتا ہے۔

لیکن شرعی اصطلاح ضرورت اضطرار کے ہم معنی ہے کہ مصالح خمسہ کا تحفظ اس کے بغیر ممکن نہ ہو، جبکہ یہاں محض اپنی دولت میں اضافہ کے لیے قرض لیے جاتے ہیں، لھذا تحقق ضرورت کا دعوی بھی بے جا ہے، اسی پر سنہوری رحمہ اللہ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فإن تخريج جواز الفائدة المعقولة في هذه القروض على فكرة الضرورة لا يستقيم. فالضرورة بالمعنى الشرعي ليست قائمة، وإنما هي الحاجة لا الضرورة، وينبغي التمييز بين الأمرين[48]

استاد الدوالیبی نے جواز کی ایک علت مصلحۃ المسلمین بھی قرار دی ہے۔ لیکن کسی بھی قاعدہ شرعیہ پر عمل سے پہلے اس کی شرائط و ضوابط کا مہیا ہونا ضروری ہے، اور مصالح مرسلہ کی اہم ترین شرائط میں سے یہ ہے کہ مصلحت حقیقیہ ہو نہ کہ وہمیہ، اور یہ مصلحت مصالح ملغاۃ میں سے نہ ہو۔

چنانچہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ تھوڑے سے سود کے جائز ہونے میں مصلحت ہے، وہ اپنے تصور میں غلطی پر ہے، جس طرح وہ شراب کے بارے میں یہ کہنے میں غلطی کرتا ہے کہ مصلحتا اس کی (ایک یا دو کپ میں) میں اجازت دی جا سکتی ہے اور جہاں تک دوسری شرط کہ مصلحۃ ملغاۃ نہ ہو لیکن اگر نصوص کا

مطالعہ کیا جائے جو حرمت ربا کے باب میں وارد ہوئی ہیں تو انہوں نے ہر قسم کی مصلحت کے وجود کا امکان باطل کر دیا ہے، جہاں تک سود کا تعلق ہے تو ایسی نصوص ہیں جن کا مفہوم اور غور و فکر کے ساتھ واضح مفہوم ہے اور اس کی ممانعت کے لیے ایسی حکمت ہے جس کا علم مخلوق کے لیے ضروری نہیں ہے۔

أما بالنسبة للشق الأول في كون المصلحة حقيقية لا وهمية، فان من يظن أن في اباحة الربا القليل مصلحة، مخطيء في تصوره، تماما كما يخطيء من يقول في الخمر ان القليل منه) بالكأس والكأسين) يمكن اباحته أيضا للمصلحة۔۔ الى ان قال۔۔۔ وأما من ناحية شرط المصلحة أن لا تكون ملغاة، فان النصوص الواردة بتحريم الربا تبطل كل كلام حول وجود أية مصلحة في تح ــــــ اوز صراحة النصوص۔۔ أما الربا ففيه نصوص واضحة المعاني بالفهم والتدبر، ولتحريمه حكمة ليس بالضرورة أن تكون معلوة للخلق فالله أعلم بالخير الذي يأمر به، وهو أدرى بالشر الذي ينهى عن ــــــ ه، والانسان الناقص لا يحكم بعقله المحدود على تدبير الاله القادر العليم بماوراء الأبصار والحدود[49]

غیر مشہور مجوزین کی رائے

سود کے غیر مشہور مجوزین عموماً دو دلائل دیتے ہیں:

رقم جمع کروا کر اکاؤنٹ ہولڈر بینک کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو جاتا ہے لہذا یہ نفع حاصل کاروباری نفع ہے۔

ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جو سود منع کیا گیا ہے اس میں غریب کا استحصال ہوتا تھا لیکن مروجہ صورتحال میں بینک خوشی سے قرض پر نفع دیتا ہے اور اس میں کسی کا استحصال نہیں ہوتا۔

تجزیہ:

ڈپازٹر کا بینک کے ساتھ معاملہ قرض کا ہوتا ہے نہ کہ مشارکہ وغیرہ اور قرض پر ہر قسم کا منافع حرام قرار دیا گیا ہے۔

دوسری دلیل کی خامی یہ ہے کہ غیر محل اجتھاد میں راہ اجتہاد اپنائی گئی ہے، اس لیے کہ سود مطلقاً حرام

قرار دیا گیا ہے اور اس کی علت بیان نہیں کی گئی البتہ عدم استحصال منع سود کی حکمتوں میں سے ایک ہے
، لیکن حکم علت پر دائر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر۔

نتائج البحث:

1- ہر وہ زیادتی جو عقد معاوضہ میں بغیر عوض کے ہو وہ ربا میں شامل ہے۔

2- ربا کی دونوں قسمیں حرام ہیں۔

3- مروجہ سودی بینکاری سے حاصل ہونے والا نفع ربا محرم ہے۔

واللہ أعلم وأتم بالصواب

الھوامش

---

[1] عثمانی، مفتی تقی عثمانی،آسان ترجمه قرآن، مکتبه معارف القرآن کراچی (١٧٣، ١)

[2] ابن العربي، القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي (ت ٥٤٣هـ) كتاب أحكام القرآن لابن العربي ط العلمية (321/1)

[3] الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (ت ٣٧٠هـ) المحقق: محمد صادق القمحاوي – عضو لجنة مراجعة المصاحف بالأزهر الشريف الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت تاريخ الطبع : ١٤٠٥ هـ ص 189 /1

[4] عثمانی،مفتی محمدتقی، تکمله فتح الملهم شرح صحیح مسلم ، مکتبه دارالعلوم کراچی (١/ ٥٦٧ -)

[5] البابرتي،محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي البابرتي (ت ٧٨٦ هـ)العناية شرح الهداية،الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر (وصَوّرتها دار الفكر، لبنان)الطبعة: الأولى، ١٣٨٩ هـ = ١٩٧٠ م ،(٧-٣)

[6] مجلة البحوث الإسلامية – مجلة دورية تصدر عن الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد،المؤلف: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد(١١٢،١٠)

[7] الكاساني ، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود الحنفي الملقب بـ «بملك العلماء» (ت ٥٨٧ هـ)بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،الطبعة: الأولى ١٣٢٧ - ١٣٢٨ هـ(٥،١٨٣)

[8] الزحيلى، الدكتور وَهْبَة بن مصطفى، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ (الشَّامل للأدلّة الشَّرعيَّة والآراء المذهبيَّة وأهمّ النَّظريَّات الفقهيَّة وتحقيق الأحاديث النَّبويَّة وتخريجها) الناشر: دار الفكر – سوريَّة – دمشق(٣٧٠٠،٥)

[9] الزحيلى، الدكتور وَهْبَة بن مصطفى، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ (الشَّامل للأدلّة الشَّرعيَّة والآراء المذهبيَّة وأهمّ النَّظريَّات الفقهيَّة وتحقيق الأحاديث النَّبويَّة وتخريجها) الناشر: دار الفكر – سوريَّة – دمشق(٣٧٠٠،٥)

[10] ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة (٥٤١ - ٦٢٠ هـ)المغني لابن قدامة،الناشر: مكتبة القاهرة،الطبعة: الأولى، (١٣٨٨ هـ = ١٩٦٨ م) - (١٣٨٩ هـ = ١٩٦٩ م)(٣،٤)

[11] ايضا

[12] البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة بن بَرْدِزبَه الجعفي البخاري (13 شوال 194 هـ – 1 شوال 256 هـ). صحيح البخارى ،كِتَاب الْبُيُوعِ، بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسْأً:حديث نمبر: 2178

[13] نسائی، احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار بن نسائی الخراسانی(215ھ - 303ھ)- سنن النسائي،كتاب البيوع، بَابُ : بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ،حدیث نمبر: 4574، تخریج الحدیث: «صحیح البخاری/البیوع 78 (2177)، صحیح مسلم/البیوع 35 (المساقاۃ 14) (1584)، سنن الترمذی/البیوع 24 (1241)، موطا امام مالک/البیوع 16(30)، مسند احمد 4/3، 51، 53، 61، 73، 97) (صحیح)

[14] مسلم،أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن كوشاذ القشيرى،(206 ھ - رجب 261 ھ)صحیح مسلم،كِتَاب الْمُسَاقَاةِ. باب الصَّرْفِ وَبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ نَقْدًا:حدیث نمبر: 4064

[15] البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة بن بَرْدِزبَه الجعفي البخاري (13 شوال 194 هـ – 1 شوال 256 هـ).صحيح البخاري كتاب الوكالة، باب: إذا باع الوكيل شيئا فاسدا، فبيعه مردود حديث رقم 2216

[16] مسلم،أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن كوشاذ القشيرى،(206 ھ - رجب 261 ھ)صحیح مسلم،كِتَاب الْمُسَاقَاةِ، باب الصَّرْفِ وَبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ نَقْدًا:-حدیث نمبر: 4063

[17] ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة (٥٤١ - ٦٢٠ هـ)المغني لابن قدامة،(۴،۳)

[18]ابن المنذر، محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري،الإجماع، الناشر: دار المسلم للنشر والتوزيع الطبعة: الأولى لدار المسلم، ١٤٢٥ هـ/ ٢٠٠٤ م(٩٧)

[19]ابن عبد البر، أبو عمر بن عبد البر النمري القرطبي (٣٦٨ - ٤٦٣ هـ)التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد في حديث رسول الله -صلى الله عليه وسلم-الناشر: مؤسسة الفرقان للتراث الإسلامي - لندن ،الطبعة: الأولى، ١٤٣٩ هـ - ٢٠١٧ م(۴،۲۲۵)

[20]ابن رشد الحفيد، أبو الوليد محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رشد القرطبي (ت ٥٩٥هـ) بداية المجتهد ونهاية المقتصد،الناشر: دار الحديث - القاهرة(۱۴۸،۳)

[21] التويجري، حمود بن عبد الله بن حمود بن عبد الرحمن التويجري (ت ١٤١٣هـ)الصارم البتار للإجهاز على من خالف الكتاب والسنة والإجماع والآثار،الناشر: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد - الرياض،الطبعة: الأولى، ١٤٠٩ هـ (۴۶)

[22] ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي، المحلى بالآثار، الناشر: دار الفكر - بيروت (۴۲۸،۰۷)

[23] الزحيلي، الدكتور وَهْبَة بن مصطفى، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ (الشَّامل للأدلّة الشَّرعيَّة والآراء المذهبيَّة وأهمّ النَّظريَّات الفقهيَّة وتحقيق الأحاديث النَّبويَّة وتخريجها) الناشر: دار الفكر - سوريَّة - دمشق(۵،۳۷۰۰)

[24] ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة (٥٤١ - ٦٢٠ هـ)المغني لابن قدامة،(۴،۳)

[25] السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين السندي (ت ١١٣٨هـ)حاشية السندي على سنن النسائي (مطبوع مع السنن)الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب،الطبعة: الثانية، ١٤٠٦ - ١٩٨٦ (۲۸۱-۷)

[26] ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة (٥٤١ - ٦٢٠ هـ)المغني لابن قدامة،(۴،۳)

[27] السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (ت ٤٨٣ هـ)المبسوط،الناشر: مطبعة السعادة - مصر(۰۶-۱۴)

[28] ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة (٥٤١ - ٦٢٠ هـ)المغني لابن قدامة،(۴،۳)

[29] 02-20-2023, https://www.express.pk/story/415384/

[30] فضل الرحمان ملک (21 ستمبر، 1919 ء- 26 جولائی، 1988ء)، جنہیں عام طور پر فضل الرحمن کے نام سے جانا جاتا ہے، پاکستان کے ایک جدید عالم اور اسلامی فلسفی، اسلام کے ایک ممتاز لبرل مصلح کے طور پر مشہور ہیں، ان کے کام مسلم اکثریتی ممالک میں بڑے پیمانے پر دلچسپی اور تنقید کا نشانہ ہیں۔ آپ کو 1963ء میں پاکستان کے سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ (موجودہ ادارہ تحقیقات اسلامی) کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ روایت پسند علماء کی طرف سے انہیں کھلے عام لبرل ہونے کی وجہ سے شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ 1968ء میں پاکستان چھوڑ کر امریکہ چلے گئے جہاں انہوں نے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، لاس اینجلس اور یونیورسٹی آف شکاگو میں پڑھایا۔

[31] فضل الرحمان ، ڈاکٹر فضل الرحمن ، الربا و الربح ، ادارۃ النشر و سنۃ الطباعۃ نامعلوم(۳۸)

[32] فضل الرحمان ، ڈاکٹر فضل الرحمن ، الربا و الربح ، (۳۸)

[33] ابو داود، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی۔ (۲۰۲ ھ ، ۲۷۵ھ)سنن ابی داود، كِتَاب الْبُيُوعِ، باب فِي وَضْعِ الرِّبَا، حدیث نمبر: 3334

تخريج الحديث: وأخرجه ابن ماجه (٣٠٥٥)، والترمذي (٢٢٩٨) و (٣٣٤١)، والنسائي في "الكبرى" (٤٠٨٥) و (١١١٤٩) من طريق شبيب بن غرقدة، به. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

[34] عثمانی،مفتی تقی عثمانی، سود پر تاریخی فیصلہ ، ترجمہ ڈاکٹر مولانا محمد عمران اشرف عثمانی صاحب،مکتبہ معارف القرآن کراچی (۷۵)

[35]ابن أبي حاتم, أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (ت ٣٢٧هـ)تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم,الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز - المملكة العربية السعودية,الطبعة: الثالثة - ١٤١٩ هـ(۵۴۵،۲)

[36] الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (ت ٣٧٠هـ) أحكام القرآن، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

تاريخ الطبع: ١٤٠٥ ھ(١٨٤،٠٢)

[37] الفخر الرازي،أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (ت ٦٠٦هـ) مفاتيح الغيب = التفسير الكبير الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – ١٤٢٠ هـ

[38] عثمانی،مفتی تقی عثمانی، سود پر تاریخی فیصلہ ، ترجمہ ڈاکٹر مولانا محمد عمران اشرف عثمانی صاحب،مکتبہ معارف القرآن کراچی (۴۱)

[39] محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن محمد بہاء الدین بن منلا علی خلیفہ القلمونی، البغدادی، (پیدائش: 23 ستمبر 1865ء— وفات: 22 اگست 1935ء) تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور عربی ادب کے انیسویں صدی عیسوی اور بیسویں صدی عیسوی کے اکابرین میں سے تھے- اُن کی وجہ شہرت تفسیر المنار ہے-مشہور تصانیف درج ذیل ہیں-

مجلة (المنار) 34 جلدوں پر مشتمل ہیں، (تفسير القرآن الكريم – 12 جلدوں میں مکمل نہ ہوئی-تاريخ الأستاذ الإمام الشيخ محمد عبد ه – تین جلدیں ، نداء للجنس اللطيف –الوحي المحمدي –يسر الإسلام وأصول التشريع العام –الخلافة –الوهابيون والحجاز –محاورات المصلح والمقلد –ذكرى المولد النبوي –شبهات النصارى وحجج الإسلام

[40] رضا ،رشيد رضا، (١٨٦٥- ١٩٣٥م)الربا والمعاملات في الإسلام،الناشر، دار النشر للجامعات – مصر دار المنار – أمريكا تاريخ الإصدار: ١٤٢٨هـ – ٢٠٠٧م (٩٩)

[41] نفس المصدر ص ١٠٠

[42] رضا ،رشيد رضا،(١٨٦٥- ١٩٣٥م)فتاوى الامام رشيد رضا ، بدون الناشر و تاريخ الطباعة(٢٠٧)

[43] نفس المصدر

[44] سامی حسن ،سامی حسن احمد محمود، تطوير الاعمال المصرفيہ بما يتفق و الشريعة الاسلاميہ ،الناشر: مطبعة الشرق و مكتبتها، الطبعة الثانیہ : ١٤٠٢ھ (٢١٩)

[45] محمد معروف الدواليبي (1909 – جنوری 15، 2004) حلب شہر سے تعلق رکھنے والے ایک شامی سیاست دان تھے، جن کا انتقال 94 سال کی عمر میں ریاض میں ہوا، اور انہیں مدینہ منورہ میں البقیع میں دفن کیا گیا-دمشق کی شامی یونیورسٹی سے قانون

کی تعلیم حاصل کی اور انہوں نے پیرس سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔شام واپس آنے کے بعد وہ شامی یونیورسٹی میں قانون کی فیکلٹی میں بطور پروفیسر مقرر ہوئے۔آپ متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں الحركة التشريعية في الإسلام اور مدخل إلى علم أصول الفقه الإسلامي شامل ہیں۔

[46] السنھوری،عبدالرزاق،مصادر الحق،بدون الناشر و تاریخ الطباعۃ(٣،٢٥٩)

[47] نفس المصدر (٢٦٠)

[48] نفس المصدر(٢٦١)

[49] سامی حسن ،سامی حسن احمد محمود، تطویر الاعمال المصرفیہ بما یتفق و الشریعۃ الاسلامیہ ،الناشر: مطبعۃ الشرق و مکتبتھا، الطبعۃ الثانیہ : ١٤٠٢ھ (٢٢٥،٢٢٦)